© rasailojaraid.com

تحریک ہائے حریت فلسطین اور مغربی رجحانات
(تحقیقی و معروضی جائزہ)

حافظ محمد سمیع اللہ فراز، لاہور

Abstract

The issue of Palestine is a very important issue of the world there were millions of the peoples living in a very critical and very had situation. As, the united nation , under the pressure of America, united kingdon and the other europan countries, announced the reaction of new state Israel, in 1948 the situation in palestine has been changed . the innocent people of the territorry was expeled out from their homes and their lands and they still are living in small tents as migrated persons The UNO and the super powers of the world, are the partners of Israel in the territory

Therefore the Palestinian have founded many freedom fight groups, who are fighting for the freedom of their erhome lands.

The article consists of some details regarding these freedom fighter groups / organistion and the western attitude towards this issue and this groups.

معلوم انسانی تاریخ میں ارضِ فلسطین کی ہمیشہ اہمیت مسلمہ رہی ہے۔ عربستان سے قبیلہ سام کی ایک شاخ جو کنعانی یا فونیقی کہلاتی تھی، ۲۵۰۰ ق م میں یہاں آباد ہوئی۔ ۲۰۰۰ قبل مسیح میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر 'اُر' سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو بیت المقدس جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی جس کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا ایک سلسلہ جاری فرمایا جن میں سے اکثر کا مسکن یہی ارضِ فلسطین رہا، اسی لیے یہ خطہ پیغمبروں کی سرزمین کہلایا۔

ارضِ فلسطین کی طویل تاریخ اور جغرافیائی اہمیت اور اس خطہ میں انسانی کش مکش اپنی جگہ لیکن ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیسویں صدی عیسویں کے آغاز سے اپنی بات کو شروع کرتے ہیں ۔ ۱۹۱۸ء کے فلسطین میں مسلمان عرب تقریباً ۵ لاکھ، عیسائی تقریباً ایک لاکھ اور یہودیوں کی تعداد ۶۰ ہزار تھی۔ ان یہودیوں میں بیشتر ۱۸۸۹ء کے عشرے میں فلسطین اس وقت پہنچے تھے جب یورپ سے آئے ہوئے تارکین وطن نے یہاں زرعی بستیاں تعمیر کرنا شروع کیں۔ یہ لوگ نظریاتی لحاظ سے 'صیہونیت' سے سرشار تھے جس نے وسطی اور مشرقی یورپ کی یہودی آبادیوں کے نظریۂ حیات کے طور پر جنم لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یورپی قوم پرست تحریکوں نے یہودیوں کی شناخت کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے، اسے بچانے کی واحد صورت فلسطین میں یہودیوں کا ایک قومی گھر بنانا ہے جس کا خاکہ ۱۸۹۷ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر باسل میں منعقدہ عالمی صیہونی کانفرنس کانگریس نے پیش کیا تھا اور اس عالمی تنظیم نے اس کے لیے سیاسی حمایت اور مالی اعانت اپنے ذمہ لی تھی۔

۱۹۲۲ء میں اقوامِ متحدہ کی طرف سے فلسطین کو برطانوی انتداب میں دینا ہو یا ۱۹۱۷ء میں بالفور ڈیکلریشن کی مدد سے فلسطین پر یہودی تسلط کا قیام...... ۱۹۴۷ء کی پہلی جنگ فلسطین کے نتیجے میں ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء میں فلسطین کی نئی حد بندی ہو یا ۱۹۵۶ء کی سویز سینائی جنگ...... ۱۹۶۷ء کی چھ روزہ جنگ میں اسرائیلی یلغار کا جواب ہو یا ۱۹۷۳ء کی جنگِ اکتوبر...... غرض ہر موقع پر فلسطینی مزاحمت نے اسرائیلی ریاست کے قیام کو ناممکن بنایا۔

اسرائیلی اور اس کے پس پشت متحرک قوتوں کی جارحیت اور یلغار کے دفاع اور مزاحمت کے لیے فلسطین میں کئی افکار پائے جاتے ہیں جن میں ایک اعتدال پسندانہ فکر یہ ہے کہ اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کر کے اچھے تعلقات استوار کیے جائیں تا کہ یہاں امن ہو سکے، لیکن اس فکر کے حامل لوگ غالباً اسرائیلی مقاصد سے ناآشنا ہیں۔ جبکہ دوسری فکر یہ ہے کہ سیاسی، سفارتی اور عسکری محاذوں پر اسرائیلی جارحیت کا جواب دیتے ہوئے دنیا کی نظروں میں اپنی اہمیت اور حقوق واضح کیے جائیں ۔ مؤخر الذکر فکر کے نتیجے میں فلسطین میں کئی انقلابی تحریکیں معرضِ وجود میں آئیں۔ ان تحریکوں کی مزاحمت اور ان کے جائز مطالبات کو امریکہ و اسرائیل اور یورپی اقوام نے نہ صرف تسلیم کرنے سے ہمیشہ انکار کیا ہے، بلکہ ان کے اس عمل کو دہشت گردی گردانا ہے۔

اس ضمن میں اولاً فلسطین کی متحرک تحریکوں کا تذکرہ کرنا مناسب ہوگا، ثانیاً ان تحریکات کے بارے میں مغربی رویہ ہماری اس بحث کا موضوع ہوگا۔

(الف) تحریک ہائے حریت فلسطین:

اس وقت پی ایل او کے تحت قائم فلسطینی ریاست میں چالیس کے قریب مذہبی و سیاسی تحریکیں سرگرمِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمل ہیں، تاہم ہمارے زیر بحث ایسی تحریکیں ہیں جنہوں نے آزاد فلسطینی ریاست کے لیے اپنی غیر معمولی خدمات، کسی بھی انداز میں، پیش کی ہیں اور بایں وجہ مغرب عموماً اور امریکہ واسرائیل خصوصاً انہیں اپنا دشمن تصور کرتے ہوئے ان کے خلاف جارحیت کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔

ا۔الفتح:

فلسطین کی ایک بڑی سیاسی پارٹی اور تحریک آزادئ فلسطین کا ایک اہم کردار ہے۔ فلسطینی سیاست میں اس کا شمار بائیں بازو کی تنظیموں میں ہوتا ہے۔ فتح کے کئی ایک عسکری ونگز بھی ہیں جن میں سے ''الصفا'' قابل ذکر ہے۔ امریکی وزارت خارجہ اور اسرائیلی حکومت نے ۱۹۸۸ میں اسے دہشت گرد قرار دیا۔(۱)

اس کا مکمل نام ''حرکۃ التحریر الوطنی الفلسطینی'' ہے جس کا اختصار 'حتف' یعنی موت یا شکست بنتا ہے جبکہ اس کا متضاد ''فتح'' یعنی کامیابی اور کھولنا ہے اور علامتی نام بھی یہی قرار دیا گیا ہے۔(۲)

تحریکِ فتح کی بنیاد ۱۹۵۹ میں خلیجی ریاستوں سے غزہ کی طرف ہجرت کرنے والے چند عرب مہاجرین نے رکھی جس میں وہ فلسطینی طلبا بھی شامل تھے جو قاہرہ اور بیروت میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان میں یاسر عرفات بھی تھے(۳) وہ فلسطینی طلباء کی تنظیم General Union of Palestinian Students کے ۱۹۵۲۔۵۶ صدر بھی رہے، ان کے علاوہ صلاح خلف، خلیل الوزیر اور خالد یاشروتی کے نام قابل ذکر ہیں۔(۴)

الفتح کے قیام سے متعلق تنظیم کے زیر زمین جریدہ ''فلسطیون نداء الحیاۃ'' کی نومبر ۱۹۵۹ کی اشاعت کے مطابق:

> The youth of the catastrophe (shibab al-nakba) are dispersed... Life in the tent has became as miserable as death... To die for our beloved Fatherland is better and more honorable than life, which forces us to eat our daily bread under humiliations or to receive it as charity at the cost of our honour... We, the sons of the catastrophe, are no longer willing to live this dirty, despicable life, this life which has destroyed our cultural, moral and political existence and destroyed our human dignity.(5)

''شباب النقب منتشر ہو چکے ہیں...... خیموں کے اندر جیے جانے والی زندگی موت کی طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشکل تر ہوگئی ہے...... اپنی محبوب سرزمین کے لئے قربان ہوجانا ہمارے لیے ،اس زندگی سے،بہتر اور معزز ہے جو ہمیں رسوائی کا لقمہ دے رہی ہے۔ اس سرزمین کے بیٹے مزید یہ مایوس کن زندگی نہیں گذار سکتے جس نے ہماری ثقافت اور اخلاقی وسیاسی وجود کے علاوہ ہمارے انسانی تشخص کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے"۔

آزادی فلسطین کے لیے عسکری جدوجہد کے سلسلہ میں ۱۹۴۸ء میں تحریک فلسطین کے ہیرو عبدالقادر الحسینی کے افکار ہی تنظیم الفتح کا مرکزی نظریہ رہے۔ فتح کا پہلا باقاعدہ گوریلا حملہ ۳ جنوری ۱۹۶۵ء کو ہوا جب انہوں نے دریائے اردن سے پانی منتقل کرنے والا اسرائیلی پلانٹ تباہ کر دیا۔ ۱۹۶۷ کی چھ روزہ عرب ،اسرائیل جنگ کے بعد فتح ایک غالب طاقت بن کر فلسطین میں ابھری جب اس نے جارج حباش (George Habash) کی عرب قوم پرست تحریک (Arab Nationalist Movement,) کو شکست دی۔

الفتح ، پی ایل او (Palestine Liberation Organization) میں ۱۹۶۷ء میں شامل ہوئی اور پی ایل او ایگزیکٹو کمیٹی کی ۱۰۵ میں سے ۳۳ نشستیں تنظیم کو ملیں۔ تنظیم کے بانی یاسر عرفات ۱۹۶۹ء میں یحی حمودہ کی تجویز پر پی ایل او کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ BBC کے مطابق یاسر عرفات کی نگرانی میں ایک سال میں فتح نے اسرائیل پر ۲۴۳۲ گوریلا حملے کیے۔(۶) جن میں خصوصی طور پر جنگ کرامہ شامل ہے۔(۷)

۱۹۶۰ء کے 'سیاہ ستمبر' اور اردن کی شاہ حسین کے مارشل لاء سے لے کر ۸۰ کی دہائی تک الفتح کو آزادی فلسطین کے حق میں جبکہ اسرائیل کی مزاحمت میں بہت سے نشیب وفراز دیکھنا پڑے۔

لبنان اور شام میں اسرائیلی جارحیت کا سامنا ہو یا ۱۱ مارچ ۱۹۷۸ء کا کوسٹل روڈ ماسکرے کا محاذ ، اسرائیلی افواج کا "آپریشن لاطینی" ہو یا الخلیل کا میدان، ہر جگہ الفتح نے یاسر عرفات کی قیادت میں جدوجہد جاری رکھی۔

الفتح یا یاسر عرفات کے کردار کے بارے میں بہت سے تحفظات کے پیش نظر محتاط سے محتاط زبان میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یاسر عرفات مرحوم مصلحت کوشیوں کے اس قدر شکار ہوگئے کہ اپنی منزل ہی کھو بیٹھے اور انہوں نے جن توقعات پر یہ راہ اختیار کی تھی ان پر نہ صرف پانی پھر گیا بلکہ اسرائیل نے ان کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی جس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔ وہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دل میں یہی کہتے ہوں گے:

یہ جانتا اگر، تو لٹاتا نہ گھر کو میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۰۰۴ء میں یاسر عرفات کی وفات کے بعد فاروق قدومی فتح کے چیئرمین بنے، جبکہ ۲۰۰۵ء کے فلسطینی صدارتی انتخابات میں محمود عباس کو نامزد کیا گیا۔لیکن اسی سال عام انتخابات میں حماس نے حیران کن طور پر اکثریت حاصل کی اور لوگوں نے فتح کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ اسے اپنے ایجنڈے اور حریتِ فلسطین کے لیے جدوجہد کی پالیسی پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ الفتح کو اسی سال ۱۴دسمبر کو دوسرا دھچکا اس وقت لگا جب تحریک انتفاضہ کے اسیر راہنما مروان برغوتی نے 'المستقبل' کے نام سے فتح کے متحرک نوجوانوں پر مشتمل ایک نئی تنظیم بنانے کا اعلان کر دیا۔

فلسطینی عسکری گروپ 'اقصیٰ شہداء بریگیڈ' بھی قابل ذکر ہے جو فتح سے چند اختلافات کے باوجود فکری لحاظ سے اسی سے منسلک ہے۔۱۹۹۵ء سے اگرچہ فتح کی شدت بظاہر کم ہو چکی ہے تاہم 'تنظیم' اور 'اقصیٰ' دونوں مروان برغوتی کی سربراہی میں عسکری جدوجہد میں کسی حد تک برسرپیکار ہیں۔اسی طرح فورس سترہ، (Force17) بھی فتح کا مضبوط عسکری ونگ ہے۔ جسے علی حسان سلامہ نے بنایا جس کا بنیادی مقصد یاسر عرفات کی حفاظت تھی۔

(۲) العاصفة:

چھوٹے مزاحمتی گروپوں میں ایک نام العاصفة کا ہے جو فتح کا عسکری ونگ ہے۔ 1964ء میں بنایا گیا اور اس کی پہلی کاروائی ۳۱ مارچ ۱۹۶۴ء کو دیکھنے میں آئی جسے لبنانی سیکورٹی فورسز نے پسپا کر دیا۔ اس کے پہلے فدائی احمد موسیٰ تھے۔ یہ ونگ یاسر عرفات اور خلیل الوزیر کی سربراہی میں کام کرتا رہا۔

(۳) حرکة المقاومة الاسلامية: (حماس)

لفظ 'حماس'، حرکة المقاومة الاسلامية (Islamic Resistance Movement) کا اختصار ہے۔عربی زبان میں حماس کا معنیٰ 'جذبہ، شجاعت اور بہادری' ہے۔حماس کا واحد مقصد موجودہ اسرائیل اور فلسطین کے علاقوں کو ایک وسیع اسلامی جمہوری اور آزاد عظیم فلسطین میں بدلنا ہے۔(۸)

حماس فلسطین کی سب سے بڑی اسلامی مزاحمتی تحریک ہے۔اس کی بنیاد غزہ اور غرب اردن میں اسرائیلی قبضے کے خلاف ۱۹۸۷ء میں شیخ احمد یاسین (۱۹۳۸ء-۲۰۰۴ء)(۹) نے عبدالعزیز الرنتیسی (۱۰) کے ساتھ مل کر رکھی۔ تنظیم کا سب سے اہم مقصد اسرائیلی فوج کو فلسطین کی سرزمین سے باہر کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ اسرائیلی فوج اور یہودی آبادکاروں کے خلاف سیاسی اور عسکری میدانوں میں برسرپیکار ہے۔ فلسطینی سابق صدر یاسر عرفات (۱۹۲۹ء-۲۰۰۴ء) انتقال کے بعد حماس نے مقامی سطح پر ہونے والے انتخابات میں حصہ لیا اور غزہ، الخلیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نابلس کی سب سے بڑے جماعت بن کر ابھری۔

معاشرتی بہبود کے اقدامات:

تحریک حماس کی فلسطینی عوام میں مقبولیت کی بنیادی وجہ اس کے معاشرتی بہبود کے اقدامات ہیں جو حماس نے اپنی تاسیس سے تاحال غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے میں لوگوں کے لیے انجام دیے۔تحریک نے ۷۰ ملین ڈالر کا سالانہ بجٹ (۱۱) معاشرتی خدمات کے لیے وقف کر رکھا ہے جس کی مدد سے مقبوضہ علاقوں میں تعلیمی پروگرام، تعلیمی اداروں کے اخراجات، مساجد، مراکز صحت، تفریحی سرگرمیاں اور کھانے کی اشیاء جیسی خدمات عوام تک پہنچانے کے علاوہ شہدا کے خاندانوں کی کفالت بھی اس تحریک نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔(۱۲)

عسکری خدمات:

امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے مطابق تین ملین ڈالر کا بجٹ عسکری اور دفاعی اخراجات کے لیے مختص ہے۔عزالدین القسام شہید بریگیڈ (کتائب الشہید عزالدین القسام)، حماس کا عسکری ونگ ہے جس کی بنیاد یحییٰ عائش نے ۱۹۹۲ء میں رکھی جس کا بنیادی مقصد ایک ایسی تنظیم کی تشکیل تھا جو تحریک حماس کے مقاصد میں عسکری مدد فراہم کر سکے۔۱۹۹۴ء سے ۲۰۰۰ء تک اس بریگیڈ کی عسکری کاروائیوں کی بدولت انتفاضہ ثانیہ کا مرحلہ آیا۔ مغربی کنارہ میں واقع کئی دفاتر کو اسرائیل نے ۲۰۰۴ء میں بمباری سے تباہ کیا جس کے بعد حماس نے عسکری مرکز غزہ منتقل کر دیا۔ اقوامِ متحدہ، امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کی طرف سے حماس کے اس عسکری ونگ کو دہشت گرد تحریکوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔محمد نائف اس کے جنرل کمانڈر، جبکہ رعد سعید غزہ کے کمانڈر ہیں۔ اس بریگیڈ کے جنگجو مجاہدین کو 'القواسمۃ' سے پکارا جاتا ہے۔(۱۳)

حماس نے اپنے متعلق معلومات اور مستقبل کے منصوبوں کے متعلق ایک خصوصی مرکز اطلاعات بھی قائم کر رکھا ہے۔(۱۴)

حماس سے متعلق بین الاقوامی رویہ:

حماس کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس کے ارتقاء میں اسرائیلی موساد کا بڑا ہاتھ ہے تاکہ دنیا کو دکھانے کے لیے فلسطین کی بھی کوئی بڑی مزاحمتی تحریک ہو اور اسرائیلی کی یک طرفہ جارحیت کا اعتراض دور کیا جا سکے۔ یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل کی ۱۸ جون ۲۰۰۲ء کی رپورٹ کے مطابق: (۱۵)

Hamas' early growth had been supported by the Mossad as a "counterbalance to the Palestine Liberation Organization (PLO)".

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح کے خیالات کا اظہار اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے ۱۲فروری ۲۰۰۷ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ(Knesset) سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''نیتن یاہو نے حماس بنائی، اس کی نشوونما کی اور شیخ یاسین کو تشدد پسندانہ کاروائیوں کے لیے آزاد کیا۔(۱۶)

لیکن یہ رائے درست نہیں ہے، جس کی وجہ حماس کا وہ رویہ ہے جو اس نے شروع ہی سے اسرائیل کے خلاف اپنایا رکھا ہے، حماس انتظامی طور پر دوحصوں پر مشتمل ہے: پہلا معاشرتی امور کا شعبہ مثلاً سکولوں، ہسپتالوں اور مذہبی اداروں کی تعمیر اور دوسرا عسکریت پسند کاروائی کے لیے۔ شاہ حسین نے تو کسی نہ کسی طرح حماس کو برداشت کیے رکھا، البتہ ان کے جانشین شاہ عبداللہ دوئم نے حماس کے ہیڈکوارٹر کو بند کرنے کا حکم دیا اور اس کے رہنماؤں کو قطر جلاوطن کر دیا گیا۔ حماس نے اوسلو معاہدہ (۱۷) کی بھی بھرپور مخالفت کی۔ ۲۰۰۶ء کے عام انتخابات میں حماس نے شاندار کامیابی حاصل کی لیکن اعتدال پسند قوتوں کو یہ ناگوار گذرا اور ۲۰۰۷ء میں حماس اور فتح کے مابین اختلافات شدت اختیار کر گئے اور فلسطین ایک اور خانہ جنگی کا شکار ہوگیا۔ آخر کار الفتح کے محمود عباس نے جون ۲۰۰۷ء میں، امریکہ اور اسرائیل کی آشیرباد کے تحت، حماس کی جمہوری حکومت توڑ کر اپنی خودساختہ کابینہ اور وزیراعظم کا اعلان کر دیا۔

(۴)تنظیم 15 مئی:

۱۵مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی غلبہ ختم ہونے کی نسبت سے ابوابراہیم محمد العمری نے ۱۹۷۹ء میں ''تنظیم ۱۵مئی'' کی بنیاد رکھی۔ یہ دراصل وعدی حدّاد کی Popular Front for the Liberation of Palestine - External Operations (PFLP-EO) کا ہی ایک معمولی حصہ سمجھا جاسکتا ہے۔(۱۸) اس تنظیم کی طرف سے پہلا باضابطہ حملہ ۱۹۸۰ء میں برطانیہ میں لندن کے رائل ہوٹل پر کیا گیا۔ اکیس سالہ فلسطینی نژاد عراقی طالب علم محمد زہیر نے کیا، جس نے اپنے بریف کیس میں کئی کلوگرام دھماکہ خیز مواد ہوٹل میں اڑادیا جس سے وہ خود ہلاک جبکہ ہوٹل میں چند لوگ زخمی ہوئے۔ ۱۹۸۱ء میں روم اور استانبول میں اسرائیلی ایئرلائن کے دفاتر جبکہ ایتھنز اور ویانا میں اسرائیلی سفارتی مراکز پر حملے کیے گئے۔ جبکہ اسی سال 11 اگست کو ایک اسرائیلی جہاز پر بم پھینکا گیا جس سے صرف ایک مسافر ہلاک ہوا۔

۱۵مئی آرگنائزیشن عراقی مدد سے چل رہی تھی اور اس کے کئی افراد امریکی ایجنسیوں کے لیے جاسوسی بھی کرتے رہے اور جب مؤخرالذکر واقعہ میں ناکامی کے بعد اس تنظیم کا رکن عدنان عواد پکڑا گیا تو اس کی مدد سے امریکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انٹیلی جنس ایجنسیز نے اس تنظیم کو سرے سے ختم کر دیا۔

(۵) حرکۃ الجہاد الاسلامی فی فلسطین

مغرب میں یہ تنظیم PIJ، (Palestine Islamic Jihad Movement) سے معروف ہے۔ جبکہ امریکہ، یورپی یونین، برطانیہ، جاپان، کینیڈا، آسٹریلیا اور اسرائیل نے اسے دہشت گرد قرار دے رکھا ہے۔ مذکورہ تنظیم کا واحد مقصد اسرائیل کی تباہی اور اس کی جگہ فلسطینی اسلامی ریاست کا قیام ہے۔ اسرائیل کے علاوہ کئی امریکی و یہودی نواز عرب حکومتوں کی پالیسیوں سے بھی اختلاف کرتی ہے۔ حرکۃ کا عسکری گروہ 'القدس بریگیڈ' سے معروف ہے۔ غزہ کی پٹی پر اسرائیلی افواج کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسرائیلی قصبوں میں قسام راکٹ داغنے کی بھی دعویدار ہے۔

حرکۃ الجہاد الاسلامی کی بنیاد ۱۹۷۰ میں مصری اسلامی جہاد (Egyptian Islamic Jihad,) کی شاخ کے طور پر فاتح شقاقی (۱۹) اور عبدالعزیز عودہ نے غزہ میں رکھی۔ فاتح شقاقی کی وفات کے بعد ۱۹۹۵ء میں شیخ عبداللہ رمضان صلاح سربراہ بنے جنہیں ۲۷ نومبر ۱۹۹۵ء کو امریکہ نے انتہائی مطلوب دہشت گرد قرار دے دیا۔ اس تنظیم کے مزید قابل ذکر اور متحرک قائدین میں محمود طوالبی (۲۰)، محمود صیدر، ہنادی تیسیر عبدالمالک جردات (۲۱)، تامر خوری (پندرہ سالہ فدائی نوجوان)، محمد دعودہ (۲۲)، محمود المجذوب (۲۳)، ایمن الفیاد (غزہ میں سینئر کمانڈر جو اپنے خاندان سمیت بروجی مہاجر کیمپ میں ۱۶ فروری ۲۰۰۸ء میں اسرائیلی بمباری سے ہلاک ہوئے۔)، زیدابوالطیر اور خالد مشعلان (۲۴) کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ (۲۵)

''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کی بنیاد کی وجہ وہ احساس تھا جو مصر میں اخوان المسلمون کے بعض کارکنان میں پیدا ہوا کہ الاخوان اب جدت پسندی کی طرف راغب ہے اور فلسطین میں آزادی کی تحریک کو ممکنہ حد تک سپورٹ نہیں کر رہی۔ (۲۶)

مصری صدر انور السادات کی موت کے بعد اس تنظیم پر پابندی لگا دی گئی اور ۱۹۸۷ء میں اس نے اپنی سرگرمیاں لبنان منتقل کر دیں جہاں حزب اللہ کی مدد سے اپنے مقاصد حاصل کیے گئے بعدازاں اس کی سرگرمیاں لبنان سے دمشق تک پھیل گئیں جو آج تک جاری ہیں۔ دمشق کے علاوہ بیروت، تہران اور خرطوم میں بھی اس کے دفاتر موجود ہیں۔ مغربی دفاعی ماہرین کے مطابق حرکۃ کی مالی امداد شام اور ایران کی طرف سے کی جاتی ہے۔ اسرائیلی جارحیت کے خلاف حرکۃ الجہاد الاسلامی کی مزاحمت ہمیشہ غیر معمولی رہی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الهوامش و المصادر

١- محمود الشلبي : عبد الرحيم محمود شاعرا ومناضلا اربد/الأول من شباط ١٩٧٨م.

(من www.mshalabi.netfirms.com/abd.htm-dieseseiteubersetzen)

ويكيبيديا،الموسوعة الحرة)

٢- وليد سعيد جرار و آخرون، شاعران من جبل النار (ابراهيم طوقات و عبدالرحيم محمود) شركة الشرق الأوسط للطباعة

ص ٢٣١-٢٤١.

٣- شاعران من جبل النار ص ٢٣١-٢٣٣،محمود الشلبي : عبد الرحيم محمود شاعرا ومناضلا ص

٤- شاعران من جبل النار ص ٢٣١-٢٤١.

٥- المصدر نفسه.

٦- الشاعر عبد الرحيم محمود يتمسك بخيار المقاومة بقلم:سناء بدوي-تاريخ النشر : ٢٠٠٦-١٢-٠٦ القراءة : ٢٢٦٨في

الذكرى الثامنة والخمسين لاستشهاده في ١٣/٧/ ١٩٤٨ في معركة الشجرة

مركز آراء للدراسات و البحوث-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے 'فدا' کے نام سے علیحدہ تحریک کی بنیاد رکھی۔

(۹) الاتحاد الديمقراطی الفسلطینی (فدا). Palestine Democratic Union

اس تحریک کا نظریہ یہ ہے کہ ۱۹۶۷ء کی سرحدوں کے مطابق دو مستقل ریاستیں وجود میں لائی جائیں۔ جبکہ مشرقی یروشلم کو فلسطینی ریاست کا دارالخلافہ ہونا چاہیے۔ اس نے نائف حوتمی کے اعتدال پسندانہ افکار سے ایک قدم آگے بڑھ کر بائیں بازو کی تحریک ہونے کا کردار ادا کیا جب ۲۰۰۲ء میں فدا کے لیڈر ممدوح نوفل نے فدائی کاروائیاں روکنے کے معاہدہ پر دستخط کیے۔ ۲۰۰۲ میں تنظیم کے اندرونی تنازعہ پر یاسر عبد ربہ' کے استعفیٰ کے بعد حقوقِ نسواں کیلیے متحرک ظاہرہ کمال قائد منتخب ہوئیں جبکہ ریاستی معاملات کے لیے صالح رافت کا چناؤ ہوا۔ (مزید تفصیل اس ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہے: http://www.fida.ps)

(۱۰) فلسطین لبریشن آرمی۔ (PLA)

یہ منتظمة التحرير الفلسطينية (PLO) کا عسکری ونگ ہے اس کی بنیاد جمال عبدالناصر نے ۱۹۶۴ء میں اسرائیلی جارحیت کی مزاحمت کے لیے رکھی۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کبھی PLO کے کنٹرول میں نہیں رہی، بلکہ شامی حکومتی عناصر اس کو ہدایات جاری کرتے رہے ہیں۔ فلسطین لبریشن آرمی کے بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل کل آٹھ عسکری بریگیڈز ہیں جن میں تین بریگیڈز 'عین جالوت' (جس کا مرکزی دفتر غزہ میں واقع ہے)، 'قادسیہ' (جس کی بنیاد عراق میں رکھی گئی جبکہ ۱۹۶۷ء میں اردن منتقل ہوئی) اور 'حطین' (جو شام میں بنائی گئی) قابل ذکر ہیں۔ (۳۰) ۱۹۹۳ء کے اوسلو معاہدہ کے بعد PLA کو قومی دھارے میں شامل کر دیا گیا اور فلسطینی اتھارٹی کے نیشنل گارڈز کے فرائض تفویض کیے گئے۔

(۱۱) جبهة النداء الشعبية الفلسطيني: (The Palestinian Popular (Struggle Front (PPSF/PSF)

الجبهة الشعبية لتحرير فلسطين (PFLP) سے الگ ہونے والے اس دھڑے کی بنیاد ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر سمیر غواشہ (۳۱) نے رکھی۔ نظریاتی لحاظ سے یہ یاسر عرفات کی الفتح کے قریب تر ہے بایں وجہ اسے ۱۹۷۱ء میں فتح کی ذیلی تنظیم قرار دیا گیا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں اس نے آزادانہ سرگرمیوں کے لیے فتح سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے مصر، شام اور لیبیا تک پھیل گئی۔ ۱۹۹۱ء میں اقوامِ متحدہ کی قرارداد کو ماننے کی شرط پر اسے دوبارہ پی ایل او میں شامل کر لیا گیا جبکہ اس تحریک کے ایک لیڈر خالد عبدالماجد نے پی ایل او میں شرکت سے انکار کر دیا اور اسی نام سے ایک اور تحریک جاری رکھی۔ ۱۹۹۶ء کے پارلیمانی انتخابات میں اسے کچھ پذیرائی ملی تاہم ۲۰۰۶ء کے عام انتخابات میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے قابل ذکر کامیابی نہ مل سکی۔

(۱۲)فدائیون

فلسطینی فدائیون ، مقامی تحریک آزادی کا اولین نمونہ ہے جسے اہل فلسطین مجاہدین آزادی جبکہ اسرائیل دہشت گرد تصور کرتا ہے۔اس کا مقصد عسکری جدوجہد کے ذریعے ،صیہونی جارحیت اور قبضہ سے جمہوری، سیکولر فلسطین کو آزاد کروانا ہے(۳۲)'فدائیون' کو اگر تمام تر فلسطینی مزاحمتی تحریکوں کی بنیاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیونکہ ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ کے متاثرین فلسطین مہاجرین کے چند نوجوانوں نے مصری فرمانروا جمال عبدالناصر (۱۹۱۸۔۱۹۷۰ء) کی مدد سے اسے منظم کیا۔۱۹۵۶ءاور ۶۷ء کی اسرائیلی جارحیت میں فدائیون نے فلسطین کے دفاع میں ہراول دستہ کا کردار ادا کیا۔انتفاضہ اولیٰ (۱۹۸۷۔۱۹۹۳ء) میں بھی فدائیون کا کردار غیر معمولی رہا جبکہ انتفاضہ ثانیہ(ستمبر ۲۰۰۰ء۔نومبر ۲۰۰۶ء) جس میں ساڑھے پانچ ہزار فلسطینیوں نے جامِ شہادت نوش کیا جبکہ ایک ہزار سے زائد اسرائیلی فوجی مارے گئے) میں بیدولہ، دیرالبلاح اور سلفیت کے علاقوں میں اسرائیلی فوج کو ناکوں چنے چبوائے(۳۳)۔آسان الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ فدائیون کو ہمیشہ فلسطینی ریاست کی سرپرستی حاصل رہی یا یوں کہیے کہ جملہ عسکری تحریکیں اسی ایک جھنڈے تلے اسرائیلی جارحیت سے برسرِ پیکار رہیں۔اگرچہ چند لوگوں نے اپنی سیاسی اور نظریاتی وابستگیوں کے باعث اپنی مستقل شناخت ضرور قائم کی تاہم عسکری کاروائیوں میں تمام تحریکیں ہمیشہ ایک دوسرے کی معاون رہیں۔

۱۹۶۸ء تک فدائیون کی کاروائیاں 'مارو اور بھاگو' کی بنیاد پر تھیں تاہم اس کے بعد جارحانہ طرزِ عمل اپنایا گیا اور اسرائیلی تنصیبات اور عسکری ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جانے لگا مثلاً ۱۹۶۸ء میں ہی ایک اسرائیلی ہوائی جہاز بوئنگ ۷۰۷ کو اغواء کیا گیا(۳۴)۔اسی طرح ۸ مئی ۱۹۷۲ء کو ایک اور جہاز کو ہائی جیک کیا گیا اور اسرائیلی قید میں ۳۱۷ فدائیین کی رہائی کا مطالبہ رکھا گیا۔(۳۵)

(۲) مسئلہ فلسطین کے بارے اور مغربی ممالک کے رجحانات کا جائزہ

(اس بحث کا ابتدائی حصہ جناب خرم مراد کی تالیف ''مغرب اور اسلام ایک مطالعہ'' کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے جو کہ دورِ حاضر میں مسئلہ فلسطین اور اس کی تحریکوں سے متعلق مغربی سوچ کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔)

پہلی جنگ عظیم (۱۸۔۱۹۱۴ء) کے دوران جوں ہی مغرب کو اپنی فکر اور اپنے نظامِ کار کے کھوکھلے پن کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احساس ہوا اور اس کے مسلسل ترقی کے خواب بکھر گئے تو اس نے اپنی تاریخ کے سب سے سنگین مسئلے، یعنی اسلام سے نبٹنا اور اس کے حل کی تدابیر اختیار کرنا شروع کر دیں تاکہ وہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے۔

ایک طرف عربوں اور ترکوں کو لڑا کر خلافتِ عثمانیہ [۱۲۹۹ء-۱۹۲۲ء] کو پارہ پارہ کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ دوسری طرف مشرقِ وسطیٰ پر اپنا تسلط جما کر اس کو ایسی چھوٹی چھوٹی کمزور ریاستوں میں بانٹ دیا جو کبھی اپنے دفاع کے قابل نہ ہوسکیں۔ وہاں اپنے تابع دار اور باج گزار حکمران بٹھائے اور قوم پرستی کا فسوں پھونکا۔ ان کو ہمیشہ کے لیے باہم برسرِ پیکار رہنے کا سامان فراہم کیا اور اس بات کا انتظام کیا کہ وہ کبھی بھی سر نہ اٹھا سکیں نہ کبھی مغرب کے تسلط سے آزاد ہوسکیں۔ تیسری طرف یہ اندازہ کر کے کہ: بدلتے ہوئے حالات میں دور دراز ممالک پر براہ راست سیاسی و عسکری تسلط ممکن ہوگا نہ اس کے اخراجات قابلِ برداشت ہوں گے۔ خود مشرق وسطیٰ ہی میں فلسطین میں اسرائیل کی ایک ایسی ریاست قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو وہاں کی سب سے بڑی غالب عسکری اور اقتصادی طاقت ہو اور مغرب کے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ گویا اب صلیبی سورما بھیجنے کی ضرورت نہ پڑے، بلکہ یہودی ریاست ان کے حصے کا کام کرے۔

اتنے ''اہم تہذیبی مقاصد'' کی تکمیل کی راہ میں خود فلسطین میں بسنے والوں کا مقام اور اہمیت ان ریڈ انڈینز سے زیادہ نہ ہو سکتی تھی ، نہ ہے، جو امریکہ میں بستے ہیں۔ چنانچہ لارڈ آرتھر جے بالفور [برطانوی وزیر اعظم: ۰۵-۱۹۰۲ء، بعدازاں وزیر خارجہ] جس نے ۱۹۱۷ء میں فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے منصوبے کا اعلان کیا تھا، ۱۹۱۹ء میں اپنے ایک میمورنڈم میں لکھا:

> ''ہم فلسطین میں وہاں کے باشندوں کی رائے معلوم کرنے کی کسی ظاہری کوشش میں پڑنے کا بھی کوئی ارادہ نہیں رکھتے...... چار بڑی طاقتوں (یعنی برطانیہ، فرانس، روس اور امریکا) کی وابستگی صیہونیت کے ساتھ بالکل مکمل ہے۔ اس لیے کہ صیہونیت، حق ہو یا باطل اور اچھی ہو یا بری، یہ ماضی کی ایسی قدیم روایات پر قائم ہے اور اس پر عصرِ حاضر کے ایسے تقاضوں اور مستقبل کی ایسی امیدوں کا انحصار ہے جو اس بات سے کہیں زیادہ وقیع اور اہم ہیں کہ اس قدیم سرزمین میں بسنے والے سات لاکھ عرب کیا چاہتے ہیں اور کیا سوچتے ہیں''۔

اگر مغربی طاقتیں اپنے مفادات کی خاطر فلسطینیوں کے حال اور مستقبل کو بالکل نظرانداز کر سکتی ہیں تو ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حلیف یہودی فلسطینیوں کے وجود سے ہی انکاری ہیں۔ اسرائیلی وزیر اعظم [۷۴-۱۹۶۹ء] گولڈ میئر (م ۱۹۷۸ء) کے الفاظ میں:

''ایسا نہیں ہوا کہ وہاں ایک فلسطینی قوم بستی تھی...... ہم آئے اور ہم نے ان کو نکال باہر کیا......نہیں، ان کا کوئی وجود ہی نہیں تھا''۔

فلسطینیوں کے وجود کو اہمیت دینے یا ان کو تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ ایک فلسطینی ریاست کا قیام ہے جو مغربی استعمار اور مفادات کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوسکتی ہے۔ اس لیے مکمل اقتدار اعلیٰ کی حامل ایک فلسطینی ریاست نہ مغربی طاقتوں کے لیے قابل قبول ہے اور نہ اسرائیل کے لیے۔ اس لیے کہ ایسی ریاست ان طویل المیعاد مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ہے جو اسرائیل مغرب کی خاطر مغرب کی شہ اور مکمل پشت پناہی سے حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ان مقاصد کی واضح نشاندہی اسرائیل کے قیام سے پہلے ہی، امریکی جائنٹ چیفس آف سٹاف کی ایک ٹاپ سیکرٹ (انتہائی خفیہ) رپورٹ نمبر ۱۶۸۴/۱۱......۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء میں کردی گئی تھی۔ یہ مقاصد محض اسرائیل کے نہیں بلکہ مغرب کے بھی ہیں:

۱ ابتدا میں فلسطین کے ایک حصے پر یہودی اقتدار

۲ پھر، فلسطین میں یہودیوں کا غیر محدود داخلہ (جو اب تک جاری ہے)

۳ پھر، پورے فلسطین پر یہودی اقتدار کی توسیع

۴ پھر، اردن، لبنان، شام تک 'ارضِ اسرائیل' کی توسیع

۵ پھر، پورے شرق اوسط پر اسرائیل کا فوجی اور معاشی تسلط

امریکی جائنٹ چیفس آف سٹاف کے الفاظ ہیں: ''اس پروگرام کے سارے مرحلے یہودی لیڈروں کے نزدیک یکساں طور پر مقدس ہیں''۔

اس لیے امریکا اور اسرائیل، تنظیم آزادیٔ فلسطین (پی ایل او...... جو آزادیٔ فلسطین کے سرگرم مختلف حریت پسند گروپوں کا وفاق ہے جس کی تاسیس 1964 میں ہوئی) کا وجود تسلیم کرنے یا اس سے کسی قسم کی بات چیت کرنے سے بالکل انکاری رہے ہیں۔ ایک اسرائیلی مفکر کے الفاظ ہیں:

''یہ بالکل صحیح ہے کہ ایک گروہ جس سے ہم ہرگز بات چیت نہیں کریں گے وہ پی ایل او ہے۔ وجہ یہ نہیں کہ یہ شر پسند لوگ ہیں، اصل رکاوٹ ان کے ایجنڈے کا موضوع ہے۔ یہ موضوع مغربی حصے میں فلسطینی ریاست کے قیام کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہ ایسی چیز ہے جو ہم ہرگز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں مان سکتے"۔(ڈیوڈ کرائن ہفت روزہ اکانومسٹ، لندن۔۱۰ جولائی ۱۹۸۳ء)

اسرائیلی جارحیت---ایک کہانی ایک سبق:

سینٹ آگسٹائن (م۴۳۰ء) کا مقام عیسائیوں کے ہاں وہی ہے جو مسلمانوں میں امام غزالی (م۱۱۱۱ء)، امام ابن تیمیہؒ (م۱۳۲۸ء) یا حضرت شاہ ولی اللہؒ (م۱۷۶۲ء) کا۔ سینٹ آگسٹائن ایک دلچسپ کہانی سناتے ہیں:

ایک بحری قزاق کو پکڑ کر سکندر اعظم (م۳۲۳ء) کے سامنے لایا گیا۔ سکندر نے پوچھا: تم سمندروں میں اتنے دھڑلے سے ڈاکہ زنی کرتے پھرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: عالی جاہ! آپ ساری دنیا میں دھڑلے سے ڈاکے مارتے پھر رہے ہیں! فرق صرف اتنا ہے کہ میں یہ کام ایک چھوٹے سے جہاز کے ذریعے کرتا ہوں اس لیے ڈاکو کہلاتا ہوں۔ جہاں پناہ یہی کام ایک عظیم فوج اور ایک بہت بڑے بحری بیڑے کے ذریعے عالمی پیانے پر انجام دیتے ہیں، اس لیے آپ کو شہنشاہ کہا جاتا ہے۔

جو قتل وغارت گری امریکا اور اسرائیل جیسے "شہنشاہِ معظم" یا ان کے اہالی وموالی خود کریں اور وہ بڑے پیانے پر ہو، کتنی ہی ہولناک کیوں نہ ہو، نہ صرف جائز جوابی یا دفاعی کاروائی قرار پاتی ہے بلکہ مستحسن بھی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا مزاج شاہی کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ لیکن اگر فلسطینی یا دنیا کا کوئی مسلمان ایک پٹاخہ بھی پھینک دے تو وہی چند لوگ نہیں بلکہ ان کا پورا ملک، عورتوں اور بچوں سمیت ان کی ساری آبادی، ان کے معاشی وسائل سامراجی حکمرانوں کے لیے "حلال" ہو جاتے ہیں۔ وہ عراق کے 14 لاکھ شہریوں کا خون ہو یا فلسطین کے ساڑھے تین لاکھ شہداء ......امریکہ واسرائیل کے لیے جائز جبکہ اپنے دفاع میں جارحیت کا جواب 'دہشت گردی ہے'۔

مسئلے کی اصل جڑ تو ہمیں، بحیثیت مسلم امت، اپنے اندر بھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہم لبنان، بوسنیا، چیچنیا، کشمیر اور فلسطین پر آنسو تو ضرور بہا سکتے ہیں، ان المیوں کو دوبارہ وقوع پذیر ہونے سے روک نہیں سکتے۔ دشمن سے گلہ وشکایت بجا لیکن صادق ومصدوق ﷺ کے فرمانے میں شک کی کیا گنجائش ہے: ہی اعمالکم ترد علیکم 'یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو تمہیں واپس کیے جا رہے ہیں'۔

دہشت گرد قرار دی جانے والی تحریکیں:

Al-Aqsa Martyrs' Brigades

Hamas

Holy Jihad Brigades

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Islamic Jihad Movement in Palestine

Palestinian Islamic Jihad

Palestine Liberation Front

Popular Front for the Liberation of Palestine

Popular Front for the Liberation of Palestine - General Command

Popular Resistance Committees Retrieved from "htt p://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Palestinian_organiza tions_designated_as_terrorist"

تحریک حریتِ فلسطین سے متعلق انٹرنیٹ پر موجود

مزاحمتی ادبی مواد کے اعداد وشمار

'فلسطین' کے موضوع پر موجود کتب .... اٹھاسی ہزار دو سو اڑتیس

فلسطین واسرائیل-تنازعہ پر کتب .... پچپن ہزار چھ سو

فلسطینی تحریکوں پر موجود کتب .... چھ سو چوبیس

مسئلہ فلسطین اور مغربی رجحانات پر کتب .... چودہ سو دو

فلسطینی تحریکوں سے متعلق ویب رزلٹس .... گیارہ ہزار دو سو نو

فلسطین پر مزاحمتی ادب پر کتب .... سات سو دس

© rasailojaraid.com

حواشی

(۱)Kushner, Harvey W. (2003). Encyclopedia of Terrorism (Illustrated ed.). SAGE. pp. 13-15, 281-83. ISBN 0761924086.

Lubasch, Arnold H. (30 June 1988). "Judge Rules PLO Can Retain Office". New York Times.

(۲) Encyclopedia Britannica. Fatah. Retrieved July 30, 2006. "Fatah [...] inverted acronym of Harakat al-Tahrir al-Watani al-Filastini

(۳) یاسر عرفات ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء کو یروشلم میں پیدا ہوئے تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مصری شہر قاہرہ میں پیدا ہوئے کیونکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا تمام خاندان وہیں مقیم ہے۔ یاسر عرفات نے قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۶ء میں فتح تحریک شروع کی۔ ۱۹۶۶ء میں پی ایل او کی باگ دوڑ سنبھالی۔ یاسر عرفات نے اپنی جوانی حریت فلسطین کے لیے جدوجہد کرتے گذاری۔ ۱۹۷۴ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں کمانڈو یونیفارم میں تاریخی خطاب کیا۔ ۱۹۸۲ء میں بیروت پر اسرائیلی حملہ میں وہ بال بال بچے۔ ۱۹۸۸ء میں یاسر عرفات نے اسرائیلی ریاست کو ماننے کا اعلان کیا۔ ۱۰ نومبر ۲۰۰۴ء کو پیرس کے ایک ہسپتال میں انتقال ہوا۔ بعض لوگوں کے مطابق زہر دیا گیا اور بایں وجہ ہسپتال نے رپورٹ خاندان کو نہیں دی۔ غزہ میں اپنے کمپاؤنڈ کے قریب دفن ہوئے

(۴)Said K. AbusrishAburish, Said K. (1998) Arafat, From Defender to Dictator. New York: Bloomsbury Publishing, pp.41–90. ISBN 1-58234-049-8

(۵)FromDefender to Dictator. New York:, pp.41–90

(۶)"Fatah: Political heavyweight floored". BBC News. http://news.bbc.co.uk/2/hi/in_depth/middle_east/israel_and_the_palestinians/profiles/1371998.stm.Retrievedon2007-01-07.

(۷)From Defender to Dictator. New York:, pp.41–90

(۸)Khaled Abu Toameh (April 2, 2006). "'I dream of a map without Israel'". Jerusalem Post.New York Times, 22 April 2008

(۹) شیخ احمد یاسین حماس کے بانی اور روحانی پیشوا تھے۔ شیخ احمد یاسین نے اس وقت آنکھ کھولی جب فلسطین پر برطانیہ کا قبضہ تھا اس وقت سے ہی ان کے تمام نظریات اور تصورات حزیمت ومزاحمت پر استوار ہوئے۔ بچپن میں ایک حادثہ کے نتیجہ میں وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے جس کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ قاہرہ میں دورانِ تعلیم الاخوان المسلمون کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر آزاد فلسطین کی جدوجہد شروع کی۔ شیخ احمد یاسین کے افکار کا خلاصہ یہ ہے کہ 'فلسطین اسلامی سرزمین ہے اور کسی عرب رہنما کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے کسی بھی حصہ سے دستبردار ہو۔ نام نہاد امن کا راستہ امن نہیں اور نہ ہی یہ امن، جہاد اور مزاحمت کا متبادل ہو سکتا ہے'۔ شیخ نے ۲۰۲۵ء تک اسرائیلی ریاست کے خاتمہ کی پیشین گوئی بھی کی۔ دبلے پتلے جسم، کمزور بینائی اور دھیمے لہجے سے متصف شیخ احمد یاسین ۱۹۸۷ء میں انتفاضہ اولیٰ کے موقع پر اہل فلسطین کی امیدوں کا مرکز تصور کیے گئے جب انہوں نے حماس نامی تحریک کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۹ء میں اسرائیلی فوج سے تعاون کرنے والے فلسطینیوں کے قتل کا حکم دینے کی پاداش میں اسرائیل نے انہیں عمر قید کی سزا سنائی۔ ۱۹۹۷ء میں انہیں ان دو اسرائیلی ایجنٹوں کے بدلے رہا کر دیا گیا جن پر اردن میں فلسطینی رہنماؤں کو قتل کرنے کا الزام تھا تاہم اسیری کے ان دنوں میں ان کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور وہ فلسطین کی جہادی مزاحمت کی علامت بن گئے۔ ستمبر ۲۰۰۳ء میں اسرائیل کی طرف سے کیے جانے والے قاتلانہ حملہ میں زخمی ہوئے تاہم ۲۲ مارچ ۲۰۰۴ء کو اسرائیل کے ایک گن شپ ہیلی کاپٹر کے میزائل حملے میں شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ نمازِ فجر کی ادائیگی کے لیے جا رہے تھے۔ حملے میں ان کے دونوں محافظوں سمیت دس دیگر افراد نے بھی جامِ شہادت نوش کیا جبکہ شیخ احمد یاسین کے دو صاحبزادوں سمیت بارہ افراد سے زائد زخمی ہوئے۔

(۱۰) شیخ احمد یاسین کی شہادت کے بعد حماس کے قائد منتخب ہوئے۔ ۱۷ اپریل ۲۰۰۴ء کو اسرائیلی حملہ میں جامِ شہادت نوش کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱۴) The Avalon Project: Hamas Covenant 1988 accessed February 9, 2009

(۱۵)L'Humanité. Summer 2002. Retrieved on 2008-07-04.; French original version: "Hamas, le produitduMossad". L'Humanité. December14,2001. Retrievedon2006-05-03.

(۱۶)Les très secrètes 'relations' Israël-Hamas (The very secret Israel-Hamas 'relations'), Le Canard Enchaîné, February 1, 2006

(۱۷) اس معاہدہ کے تحت فلسطین کی جانب سے اسرائیلی ریاست کے تحفظ کی یقین دہانی کے بعد اسرائیل کا مقبوضہ علاقوں سے جزوی اور مرحلہ وار انخلاء شامل تھا۔

(۱۹) فاتح شقاقی ۱۹۹۵ تک اس تنظیم کے سربراہ رہے جب اکتوبر ۹۵ء میں انہیں مالٹا کے مقام پر نشانہ بنایا گیا۔

(۲۰) جو جنین میں تنظیم کے قائد تھے اور اسرائیلی حملے میں جاں بحق ہوئے۔

(۲۱) الاقصیٰ انتفاضہ کی چھٹی خاتون فدائیہ جس نے ۴ اکتوبر ۲۰۰۳ کو اسرائیلی شہر حیفہ میں واقع میکسم ریستوران میں خود کو اڑا لیا جس میں ۲۱ اسرائیلی اور غیر ملکی مارے گئے اور ۵۱ زخمی ہوئے۔

(۲۲) غزہ میں حرکتہ کا کمانڈر جو ۲۱ مئی ۲۰۰۶ء کے ایک اسرائیلی حملہ میں ہلاک ہوئے۔

(۲۳) شوریٰ کونسل کے رکن جو ۲۶ مئی ۲۰۰۶ کے ایک کار دھماکہ میں ہلاک ہوئے۔

(۲۴) دونوں بالترتیب دسمبر ۲۰۰۸ء اور مارچ ۹۰۰۲ میں اسرائیل کا نشانہ بنے

(۲۵) Arnon Regular, Profile of the Haifa suicide bomber. October 5, 2003; www.haaretz.com.

(۲۶)"Palestinian Islamic Jihad". -http://www.cfr.org/publication 2009-03-07

(۲۶)http://www.ynet.co.il/articles/0,7340,L-2998015,00.html

(۲۸)Intelligence and Terrorism Information Center at the Center for Special Studies (C.S.S) August, 2005

(۳۳)Suzanne Goldenberg (August 27, 2001). "Israeli jets avenge raid on army by commandos". The Guardian.

(۳۴)John Follain (1998). Jackal: The Complete Story of the Legendary Terrorist, Carlos the Jackal. Arcade Publishing. pp. 20-21. ISBN 1559704667

(۳۵)Benny Morris (1993). Israel's Border Wars, 1949-1956. Oxford University Press. p. 101.

© rasailojaraid.com